کنز المدارس بورڈ کے نصاب میں شامل

تلخیصِ

شرحِ معانی الآثار

(باب الاذان تا باب النوافل بعد العصر)

بفیضان نظر ـــ استاذ العلماء کبیر الدین مدنی صاحب

کاوش : نیاز رضا عطاری

جامعۃ المدینہ فیضانِ احمد رضا (نارتھ کراچی)

01

تعارف

سوال :- صاحب شرحِ معانی الآثار کا تعارف پیش کریں۔؟

جواب :- نام، احمد کنیت، ابو جعفر۔

والد کا نام، محمد ہے۔

آپ کی ولادت مصر کے علاقے طحا (صوبہ المنیا) میں 239ھ کو ہوئی۔

مسلک :- ابتداءً آپ شافعی مذہب کے پیروکار تھے اور اپنے ماموں حضرت امام ابراہیم بن یحیی مُزَنی شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کے شاگرد تھے، لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ انکے ماموں جو فقہ شافعی کے بہت بڑے عالم ہونے کے باوجود ہمیشہ امام اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کی کتب سے استفادہ کرتے ہیں تو انہوں نے مذہبِ شافعی چھوڑ کر حنفی مذہب اختیار کر لیا۔

تصانیف :- امام طحاوی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے تذکرہ نگاروں نے 30 کے قریب کتابوں کے نام بیان کئے ہیں جن میں سے شرح معانی الآثار اور العقیدۃ الطحاویۃ کو عالمگیر شہرت حاصل ہوئی۔

شرح معانی الآثار :- یہ آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی پہلی تصنیف ہے یوں تو یہ ایک حدیث کی کتاب ہے لیکن اس میں آپ نے علم حدیث، فقہ اور فنِّ رِجال کے متعدد علوم کو بڑی عمدگی سے جمع کیا ہے۔اس کتاب کا اصل مقصد احادیث کو جمع کرنا نہیں بلکہ مذہبِ حنفی کی تائید کرنااور یہ ثابت کرنا ہے کہ مسائلِ شرعیہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مَوقِف کسی بھی جگہ احادیث کے خلاف نہیں اور جو روایات بظاہر آپ کے مسلک کے خلاف ہیں وہ یا تو مؤوّل (یعنی لائقِ تاویل) ہیں یا منسوخ ہیں۔

وفات :- یکم ذوالقعدۃ الحرام 321 ہجری میں وصال فرمایا۔

باب الاذان کیف ھو

سوال :- اذان کے کلمات میں اختلاف کس مقام پر ہے ۔ ؟

جواب :- اذن کے کلمات میں اصل اختلاف دو مقام پر ہے 1 ۔۔ التربیع فی التکبیر

2۔۔ الترجیع فی الشھادتین.

سوال :- تربیع فی التکبیر سے کیا مراد ہے ؟

جواب :- اذان کی ابتدا میں چار بار تکبیر کہنے کو تربیع فی التکبیر کہتے ہیں ۔

سوال :- ترجیع فی الشھادتین سے کیا مراد ہے ۔ ؟

جواب :- اذان میں کلماتِ شہادت کو ایک بار آہستہ اور دوسری بار بلند آواز سے کہنا ترجیع کہلاتا ہے ۔

سوال :- اذان میں کُل کتنے کلمات ہیں مع اختلاف بیان کریں ۔ ؟

جواب :- امام مالک کے نزدیک اذان کے سترہ کلمات ہیں شروع میں دو مرتبہ اللہ اکبر ہے اور ترجیع بھی ہے

دلیل ۔ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول پاک ﷺ نے انہیں اسی طرح تعلیم ارشاد فرمائی ۔

امام شافعی کے نزدیک انیس کلمات ہیں اور شروع میں اللہ اکبر چار بار اور ترجیع بھی ہے ۔

دلیل ۔ حضرت ابو محذورہ والی حدیث میں ہے کہ حضور پاک ﷺ نے انہیں انیس کلمات کی تعلیم دی ۔

احناف و حنابلہ کے نزدیک پندرہ کلمات ہیں شروع میں اللہ اکبر چار بار اور شہادتین میں ترجیع کرنا خلاف سنت ہے ۔

دلیل ۔۔ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب میں فرشتے کو اسی طرح اذان کہتا سنا اور اس میں ترجیع بھی نہ تھی پھر آپنے یہ خواب حضور پاک کو سنایا تو حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ : آپ نے کیا ہی اچھا خواب دیکھا ! اسے بلال کو سکھا دو ۔

نظر طحاوی :- بالاتفاق اذان میں اصل مقصود حیعلتین ہے جب ان میں ترجیع نہیں تو شہادتین میں بھی ترجیع نہیں ہوگی ۔

سوال :- احناف کے نزدیک ترجیع کا حکم بیان کریں ۔؟

جواب :- احناف کے نزدیک ترجیع مکروہ تنزیہی ہے ۔

باب الاقامۃ کیف ھو

سوال :- اقامت کے کلمات کتنی بار کہیں جائیں گے ۔؟

جواب :- امام مالک کے نزدیک اقامت کے تمام کلمات ایک ایک مرتبہ کہے جائیں گے ، کل کلمات دس ہیں۔

دلیل ۔۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ۔ بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ اور اقامت کے کلمات ایک ایک مرتبہ کہے جائیں گے ۔

امام شافعی و امام احمد کے نزدیک اقامت کے گیارہ کلمات ہیں ، تمام کلمات فرادیٰ ہونگے سوائے قد قامت الصلوۃ کے اسے دو مرتبہ کہیں گے ۔
دلیل ۔ حضرت انس سے روایت ہے :- بلال کو اذان کے کلمات ، جفت اور اقامت کے کلمات ، طاق عدد میں کہنے کا حکم دیا گیا مگر قد قامت الصلوۃ (یعنی یہ بھی جفت کہیں گے) ۔

حضرت عبداللہ بن عمر نے بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں قد قامت الصلوۃ کو دو بار کہا جاتا تھا ۔

امام شافعی کا قیاس :- امام شافعی کے نزدیک اذان کے جو کلمات دو جگہوں پر ہیں وہ دوسری جگہ پہلے سے نصف ہوتے ہیں چونکہ اقامت کے بقیہ تمام کلمات اذان میں موجود ہیں تو لہٰذا انہیں اذان سے نصف یعنی ایک مرتبہ اور قد قامت الصلوۃ اذان میں نہیں ہے تو اسے دو مرتبہ کہا جائے گا ۔

احناف کے نزدیک اقامت کے تمام کلمات دو دو مرتبہ کہے جائیں گے اس طرح اقامت کے سترہ کلمات ہیں ۔
دلیل ۔ عبداللہ بن زید کی حدیث میں مزید یہ الفاظ ہیں کہ اذان کہنے کے بعد وہ فرشتہ بیٹھ گیا پھر کھڑا ہوا اور اس نے اقامت کہی اور اقامت کے تمام کلمات دو دو بار کہے ۔
دلیل ۔ حضرت سلمہ و ثوبان و ابو محذورہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ اقامت کے کلمات دو دو مرتبہ ہیں ۔

امام شافعی کے قیاس کا جواب :- اقامت اذان کے تابع نہیں ہے بلکہ مستقل نداء ہے کیونکہ اذان غائبین کیلئے ہوتی ہے اور اقامت حاضرین کے لئے لہٰذا اقامت کو اذان پر قیاس کرنا درست نہیں ہے ۔

باب القول المؤذن فی الفجر

سوال :- فجر کی اذان میں الصلاۃ خیر من النوم کا اضافہ کرنا مستحب ہے یا مکروہ ہے ۔؟

جواب :- قول اول : فجر کی اذان بقیہ اذانوں کی طرح ہے لہٰذا اس میں الصلاۃ خیر من النوم کا اضافہ مکروہ ہے ۔
دلیل ۔ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جو اذان سکھائی تھی اس میں الصلاۃ خیر من النوم نہیں تھا ۔

قول ثانی : ائمہ اربعہ کے نزدیک :- اذانِ فجر میں الصلاۃ خیر من النوم کا اضافہ مستحب ہے ۔
دلیل :- ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی اذان میں الصلاۃ خیر من النوم کی تعلیم دی ۔

دلیل ثانی ۔۔ ابن عمر سے روایت ہے کہ :- فجر کی اذان میں حیعلتین کے بعد الصلاۃ خیر من النوم ہے ۔

باب تأذین للفجر

سوال :- طلوع فجر سے پہلے فجر کی اذان جائز ہے یا نہیں۔ ؟

جواب :- قول اول : ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک :- فجر کی اذان نصف رات میں دینا جائز ہے ۔

دلیل اول : عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ **ان بلالا ینادی بلیل فکلوا واشربوا حتی ینادی ابن ام مکتوم۔**

یعنی بے شک بلال رضی اللہ عنہ وہ رات میں اذان دیتے ہیں تو تم کھاؤ اور پیو حتی کہ ابن ام مکتوم اذان دیں ۔

دلیل ثانی ۔ سمرہ بن جندب سے روایت ہے کہ **لایغرنکم نداء بلال حتی یبدو الفجر او ینفجر الفجر۔**

قول ثانی : طرفین و امام زفر کے نزدیک :- فجر کی اذان بھی دیگر نمازوں کی اذانوں کی طرح وقت داخل ہونے کے بعد دی جائے گی ، پہلے نہیں دے سکتے ۔

دلیل ۔۔ ام المؤمنین حضرت سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ مؤذن جب اذان کہتا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتیں ادا فرما کر مسجد جایا کرتے اور اذان نا کہتا تھا حتیٰ کہ صبح ہو جاتی ۔

اسی طرح ابن عمر ،سفیان بن سعید ،مالک بن حویرث، ابرھیم رضی اللہ عنہم ان تمام سے یہ مروی ہے کہ فجر کی اذان طلوع فجر کے بعد ہوا کرتی تھی ۔

قول ثانی :- احناف کے نزدیک غیر مؤذن اقامت کہہ سکتا ہے ۔
دلیل :- عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے جب اپنا خواب حضور پاک کی بارگاہ میں عرض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اقامت کا حکم ارشاد فرمایا۔
لہٰذا ثابت ہوا کہ غیر مؤذن اقامت کہہ سکتا ہے ۔

نظر طحاوی :- اقامت سب سے پہلے امام کا حق ہے بعد میں مؤذن کا حق ہے۔ لہٰذا جب غیر امام بالاجماع اقامت کہہ سکتا ہے تو غیر مؤذن تو بدرجہ اولیٰ اقامت کہہ سکتا ہے۔

باب: اختلاف جواب حیعلتین۔

سوال :- حی علی الصلاح و الفلاح کے جواب میں کیا کلمات کہیں جائیں گے ۔ ؟

جواب :- قول اول ؛۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ، اذان کے جواب میں وہی کلمات کہے جائیں گے جو مؤذن کہتا ہے ۔
دلیل ۔ کئی صحابہ کرام سے یہ روایت مروی ہے کہ **اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل مایقول** یعنی جب تم مؤذن کو اذان کہتے سنو تو اسی مثل کہو جو وہ کہتا ہے ۔
لہٰذا ثابت ہوا کہ اذان کے جواب میں وہی کلمات کہنا ضروری ہے ۔

قول ثانی :- احناف کے نزدیک حی علی الصلاۃ و الفلاح کے جواب میں لاحول ولاقوۃ الاباللہ کہا جائے گا

دلیل اول :- سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک نے فرمایا :- جب مؤذن حیعلتین کہے تو تم لا حول ولاقوۃ الاباللہ پڑھو ۔

دلیل ثانی :- حدیث پاک میں ہے ۔
رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب مؤذن کو حیعلتین کہتے سنتے تو لا حول ولاقوۃ الاباللہ کہتے ۔

دلیل ثالث :- حضرت سیدنا امیر معاویہ نے بھی جب مؤذن کو حیعلتین کہتے سنا تو اسی طرح جواب دیا اور فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا ۔

دلیل عقلی :- اگر اذان سننے والا حیعلتین کے جواب میں حی علی الصلاۃ و الفلاح کہے گا تو اسکا کیا مطلب ہو گا کہ وہ اپنے آپ کو بلا رہا ہے ۔

نظر طحاوی :- اذان کے جواب سے ذکر مقصود ہے اسی وجہ سے روایات میں اذان کے جواب کے متعلق مختلف الفاظ منقول ہیں لہٰذا نظر کا تقاضا یہ ہے کہ سننے والا ایسے کلمات کہے کہ جو ذکر پر مشتمل ہوں ۔

(عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا ' شہرت سے بچو ' میں نے جس کسی کو بھی پایا ہے وہ شہرت سے منع کرتا ہے ۔)
(سیر اعلام النبلاء 260/7)

سوال :- زبان کے ذریعے اذان کا جواب دینا واجب ہے یا مستحب ۔ ؟

جواب :- قول اول ۔۔ اصحاب ظواہر اور بعض احناف کے نزدیک زبان کے ذریعے اذان کا جواب دینا واجب ہے۔
دلیل :- حدیث پاک میں قولو امر کا صیغہ ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے : فقولوا مثل ما یقول یعنی اسکی مثل کہنا واجب ہے ۔

قول ثانی ۔۔ ائمہ ثلاثہ اور اکثر احناف کے راجح قول کے مطابق اذان کا جواب دینا مستحب ہے ۔
دلیل ۔۔ عبد اللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سفر کی حالت میں اذان کے کلمات سنے اور جواب میں دوسرے الفاظ کہے ۔
اس سے ثابت ہوا کہ مؤذن کی مثل کہنا واجب نہیں ۔

نوٹ :- امام طحاوی نے قول ثانی کو اختیار فرمایا ہے ۔

صاحب البدایہ و النہایہ لکھتے ہیں :- بعض محدثین کرام نے برفیلے موسم میں دریائے دجلہ کو تخت بنا کر برف کے اوپر بیٹھ کر احادیثِ پاک کی مجالس منعقد کیں اور وہیں بیٹھ کر احادیث لکھیں ۔

(سیر اعلام النبلاء 260/7)

باب مواقیت الصلاۃ

سوال :- ظہر کی نماز کا وقت مع اختلاف آئمہ بیان کریں ۔ ؟
جواب :- ظہر کے اول وقت میں تو اتفاق ہے البتہ ظہر کے آخری وقت میں اختلاف ہے ۔

قول اول ـ۔ ائمہ ثلاثہ ، صاحبین اور امام طحاوی کے نزدیک : سایہ اصلی کے علاوہ ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو جائے ۔
دلیل ـ۔ جبرائیل علیہ السلام نے دوسرے دن اسی وقت میں ظہر کی نماز پڑھائی ۔

قول ثانی ـ۔ امام اعظم کے نزدیک ہر چیز کا سایہ ، سایہ اصلی کے علاوہ دو مثل ہو جائے ۔
دلیل ـ۔ ابو سعید خدری اور دیگر صحابہ سے مروی ہے کہ
ابردوا بالظهر فان شدة الحر من فيح جهنم ،
اس حدیث پاک میں ظہر کو ٹھنڈا کرکے پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب ہر چیز کا سایہ ، سایہ اصلی کے علاوہ دو مثل ہو جائے ۔

سوال :- عصر کا آخری وقت مع اختلاف بیان کریں؟
جواب :- عصر کے آخری وقت کے بارے میں دو قول ہیں ۔
قول اول :- امام احمد ، اور امام طحاوی انکے نزدیک عصر کا آخری وقت اصفرار شمس یعنی سورج کے زرد ہونے تک ہے اور اسکے بعد قضاء شمار ہو گی ۔
دلیل : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ : رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : بے شک عصر کا آخری وقت اصفرارِ شمس ہے ۔

قول ثانی : احناف کے نزدیک عصر کا وقت غروب آفتاب تک ہے ۔

دلیل : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ : رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : مَن ادرک رکعۃ من العصر قبل ان تغرب الشّمس فقد ادرک العصر ۔
یعنی جس نے غروبِ شمس سے پہلے نماز عصر کی ایک رکعت کو ادا کرلیا تحقیق اس نے نماز عصر کو پالیا۔
اس حدیث پاک میں صراحت موجود ہے کہ جس نے عصر کی ایک رکعت غروب شمس سے پہلے پالی تو اس نے عصر کی پوری نماز پالی جس سے یہ ثابت ہوا کہ عصر کا آخری وقت غروب آفتاب تک ہے ۔

سوال :- عصر کے وقت پر امام طحاوی کی نظر پیش کریں ؟

جواب :- امام طحاوی کے نزدیک عصر کا وقت اصفرارِ شمس تک ہے اس لئے انہوں نے اس مذہب کی تائید کے لئے ایک نظر پیش کی ہے ۔

نظرِ طحاوی ۔۔ جس وقت میں قضا نمازیں جائز ہوں گی اُس وقت میں ہی کسی بھی نماز کو ادا کرنا درست ہوگا لہٰذا جب غروب آفتاب سے پہلے مکروہ وقت کے ہونے کی وجہ سے قضا نمازیں جائز نہیں تو پتہ چلا کہ اس میں عصر کا وقت داخل نہیں ۔

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی انگوٹھی پر نقش تھا : "اَلْوَفَاءُ عَزِيزٌ" یعنی وفا نایاب ہے۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر : ۱۷۷/۴۵)

سوال :- نمازِ مغرب کے وقت میں اختلاف بیان کریں؟

جواب :- قول اول :- امام عطاء ، طاؤس وغیرہ کے نزدیک جب نجم طلوع ہوجائے یعنی ستارے روشن ہوجائیں تو یہ مغرب کا اول وقت ہے ۔
دلیل : حضرت ابو بصرہ غفاری رضی اللہ عنہ کی روایت میں " شاھد " سے مراد طلوع نجم ہے ۔

قول ثانی :- احناف کے نزدیک مغرب کا اول وقت غروب آفتاب ہے ۔
دلیل ۔۔ ابو مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ : رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز اُس وقت پڑھایا کرتے جب سورج غروب ہو جاتا ۔
دلیل ثانی ۔ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں : ہم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز اُس وقت ادا کرتے جب سورج پردے میں چھپ جاتا یعنی جب سورج غروب ہو جاتا ۔

مغرب کے آخری وقت میں اختلاف ۔۔۔

شفق کی تفسیر میں اختلاف ہے اسی لیے مغرب کے آخری وقت میں بھی اختلاف ہے .
قول اول :- صاحبین کا مؤقف : امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک شفق سے سرخی مراد ہے لہٰذا جب سرخی ختم ہوجائے تو مغرب کا وقت ختم ہو گیا ۔

قول ثانی :- امام اعظم کا موَقف :- امام بو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک شفق سے سفیدی مراد ہے جو سرخی کے بعد آتی ہے لہٰذا جب شفق ابیض ختم ہوگا تو مغرب کا وقت ختم ہو جائے گا۔

نظرِ طحاوی : امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول قیاس کے موافق ہے کیونکہ فجر کے وقت پہلے سرخی اور پھر سفیدی ہوتی ہے اور یہ ایک ہی نماز کا وقت ہے اور وہ فجر کی نماز ہے جب دونوں ختم ہوجائیں تو فجر کا وقت ہو جاتا ہے تو قیاس کا تقاضا ہے کہ مغرب کے وقت بھی یہ دونوں سرخی اور سفیدی جمع ہوں ۔

قول ثالث :- امام شافعی اور امام مالک کے ایک قول کے مطابق : غروب آفتاب کے بعد اطمینان کے ساتھ خشوع اور خضوع کے ساتھ تین رکعت پڑھنے کے بقدر وقت گزرنے سے مغرب کا وقت ختم ہو جائے گا۔

سوال :- عشاء کا اول وقت کب شروع ہوتا ہے ۔؟

جواب :- عشاء کے پہلے وقت میں وہی اختلاف ہوگا جو مغرب کے آخری وقت میں ہے یعنی تمام آئمہ کے نزدیک شفق کے غائب ہونے پر عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے لیکن چونکہ شفق کی تفسیر میں اختلاف ہے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفیدی ختم ہونے پر عشاء کا وقت شروع ہوگا جو سفیدی سرخی کے بعد آتی ہے اور صاحبین کے نزدیک سرخی ختم ہونے پر عشاء کا آغاز ہوگا۔

سوال :- عشاء کا آخری وقت کب تک رہتا ہے مع اختلاف بیان کریں ۔؟

جواب :- عشاء کے آخری وقت کے بارے میں مختلف احادیث آتی ہیں کسی روایت میں ہے کہ حضور پاک ﷺ نے ثلث اللیل تک نماز عشاء کو مؤخر کیا ۔
بعض روایات میں ہے کہ عشاء کا وقت نصف رات تک ہے تو دونوں قسم کی روایات پر عمل کیا جائے کہ ثلث اللیل تک افضل وقت ہے اور نصف رات تک مؤخر کرنے سے فضیلت کم ہو جاتی ہے البتہ وقت باقی رہتا ہے اور بعض روایات میں نصف رات گزرنے پر نماز کی ادائیگی کا ذکر بھی پایا جاتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ طلوع فجر تک عشاء کا وقت ہے ۔

باب جمع بین الصلاتین

سوال :- جمع بین الصلاتین کا حکم مع اختلاف بیان کریں ۔؟
جواب :- جمع حقیقی : اس سے مراد دو الگ نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرکے پڑھنا ۔
جمع صوری : اس مراد پہلی نماز کو اسکے آخری وقت میں اور دوسری کو نماز اسکے اول وقت میں پڑھنا ۔

قول اول ۔۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو جمع حقیقی کرنا صحیح ہے ۔
دلیل ۔۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جب سفر میں جلدی ہوتی تو آپ مغرب اور عشاء کو جمع فرماتے تھے ۔
2 ۔۔ انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کو مؤخر کرتے پھر عصر کے اول وقت میں انہیں جمع کرتے اسی طرح مغرب اور عشاء میں کیا کرتے تھے ۔

قول ثانی ۔۔ احناف کے نزدیک عرفہ اور مزدلفہ کے علاوہ کسی صورت میں بھی جمع بین الصلاتین جائز نہیں ہے ۔

دلیل ۔۔ عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ما رایت رسول اللہ صلی صلوٰۃ قط فی غیر وقتھا
یعنی : میں نے رسول پاک ﷺ کو کبھی بھی نماز کو اسکے وقت کے علاوہ میں پڑھتے نہیں دیکھا ۔

2 ۔۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونے والے پر کوئی تفریط نہیں یعنی گناہ نہیں ۔ بے شک گناہ اس پر ہے کہ جو جاگتی حالت میں ایک نماز کو دوسرے وقت تک موخر کردے ۔
چونکہ یہ بات محال ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام تفریط کرنے والے ہوں لہذا نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی جمع بین الصلاتین کو جمع صوری پر محمول کریں گے تاکہ تفریط لازم نہ آئے ۔

باب صلوٰۃ الوسطی

سوال :- صلوٰۃ الوسطی سے کونسی نماز مراد ہے ۔؟

جواب :- قول اول ۔۔ صلاۃ وسطی سے مراد ظہر کی نماز ہے ۔
دلیل ۔۔ زید بن ثابت سے سوال ہوا کہ نمازِ وُسطیٰ سے کونسی نماز مراد ہے ، تو آپ نے فرمایا کہ وہ نماز ظہر ہے اور فرمایا کہ حفظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی یہ آیت مبارکہ ظہر ہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے ۔
حدیث ثانی ۔۔ عبداللہ بن عمر کی حدیث میں ظہر کا تذکرہ ہے ۔

قول ثانی :- امام مالک و امام شافعی کے نزدیک صلاۃ وسطی سے مراد نماز فجر ہے۔
دلیل :- عبد اللہ ابن عباس نے فجر کے بارے میں فرمایا کہ ۔ ھذہ الصلوۃ الوسطی کیونکہ اس میں قنوت ہے اور ہمیں قنوت کا حکم ہے۔

قول ثالث :- احناف کے نزدیک صلوٰۃِ وسطی سے مراد نماز عصر ہے۔
دلیل :- حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے بیان فرمایا کہ غزوہ احزاب کے موقع پر سورج قریب الغروب تھا اور ہم نے جنگ کے سبب نماز عصر نہ پڑھی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ان کے لیے دعائے ضرر فرمائی اور حضرت علی کہتے ہیں ہم اس سے پہلے نماز فجر کو نماز وسطی سمجھتے تھے۔

حدیث ثانی :- حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام علیھم الرضوان کے درمیان صلاۃِ وسطی کے بارے میں اختلاف ہوا تو ہاشم بن عتبہ نے کہا کہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کر کے آتا ہوں تو جب آپ حاضر ہوئے اور سوال عرض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :- انھا صلوٰۃ العصر یعنی بے شک صلاۃ وسطی نماز عصر ہے۔

امام جلال الدین سیوطی (رحمہ اللہ) اپنے متعلق کہتے ہیں:
"علم حساب(Mathematics) میرے لئے سب سے بڑا بوجھ ہے۔ میرے ذھن کو دُور دور تک اِس سے کوئی مناسبت نہیں۔ جب حساب سے متعلق کوئی مسئلہ پیش آتا ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے گویا میرے سر پر (کسی نے) پہاڑ رکھ دیا ہو۔"
(حسن المحاضرۃ ۱/۱۹۰)

باب نمازوں کے مستحب اوقات

سوال :- فجر کا مستحب وقت کیا ہے ۔ ؟

جواب :- ائمہ ثلاثہ کے نزدیک فجر کو غلس یعنی اندھیرے میں پڑھنا مستحب ہے اور یہ اسفار میں پڑھنے سے افضل ہے ۔
دلیل :- حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم عورتیں فجر کے بعد جب گھروں کی طرف نکلتیں تو کوئی بھی ایک دوسرے کو نہ پہچانتی تھیں ۔
لہٰذا ثابت ہوا کہ فجر غلس یعنی اندھیرے میں ہوا کرتی تھی ۔

حدیث ثانی :۔ بشیر بن ابی مسعود رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں : کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز غلس میں پڑھائی پھر اس میں اسفار کیا اور پھر اسفار کی طرف نہ لوٹے حتی کہ آپ نے وصال فرما لیا ۔

احناف کے نزدیک مزدلفہ کے علاوہ ہمیشہ اسفار مستحب ہے ۔
دلیل :۔ **اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر ۔**
ترجمہ :- تم فجر کو روشن کرکے پڑھو بے شک تمہارے لیے اس میں اجرِ عظیم ہے ۔
حدیثِ ثانی ۔ انصاری صحابہ کرام کی ایک جماعت روایت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا :- تم فجر کی نماز میں اسفار کرو تو جب بھی تم اسفار کروگے تو یہ اجر میں تمہارے لیے زیادہ بڑا ہے۔

سوال :- نماز ظہر کا مستحب وقت کیا ہے ۔؟

جواب :- قول اول ۔۔ امام شافعی کے نزدیک سارا سال ظہر میں تعجیل یعنی جلدی کرنا مستحب ہے ۔
دلیل ۔۔ اسامہ بن زید رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں :- کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الظھر بالھجیرۃ
یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سورج ڈھلتے ہی نماز ظہر ادا فرماتے ۔

قول ثانی ۔۔ احناف کے نزدیک ظہر کی نماز سردیوں میں جلدی اور گرمیوں میں ٹھنڈی کرکے یعنی تھوڑی دیر کے بعد پڑھنی چاہیے ۔
دلیل ۔۔ حدیث پاک میں ہے :- نماز ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو، کیونکہ گرمی کی تیزی دوزخ کی آگ کی بھاپ کی وجہ سے ہوتی ہے ۔

2 ۔۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :- کہ جب گرمی کی شدت ہو تو نماز کو ٹھنڈا کیا کرو ۔

3 ۔۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ سردیوں میں نماز ظہر جلدی ادا فرماتے اور گرمیوں کے موسم میں ٹھنڈا کرکے پڑھتے ۔

سوال :- عصر کا مستحب وقت بیان کریں ۔؟

جواب :- قول اول ۔۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عصر میں تعجیل مستحب ہے ۔
دلیل ۔۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا روایت کرتی ہیں کہ ۔۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، "كان يصلي العصر، والشمس في حجرتها، قبل ان تظهر " یعنی : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز (اس وقت) پڑھتے کہ دھوپ ان کے حجرے میں ہوتی، (حجرے میں سے) دھوپ باہر نکلنے سے پہلے ۔

قول ثانی ۔ احناف کے نزدیک عصر کی نماز کو ہمیشہ تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے لیکن اتنی تاخیر نہ کی جائے کہ مکروہ وقت شامل ہوجائے ۔
دلیل ۔۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں : رسول پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے تھے والشمس بيضاء محلقة یعنی اس حال میں کہ سورج بلند ہوتا ۔
یہ حدیث پاک اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام عصر کو موخر کرتے تھے ۔

2 ۔۔ حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ۔انما سميت العصر لتعصر

علامہ سیدی عبد العزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-
اگر لوگوں کو علمائے کرام کی قدر و قیمت کا پتہ چل جائے تو وہ انہیں زمین پر چلنے بھی نہ دیں بلکہ ہر علاقے کے لوگ اپنے عالم کو کندھوں پر اٹھا کر گھومیں ۔
(الابریز شریف ص 352)

باب تکبیر تحریمہ میں ہاتھوں کو اٹھانا

سوال :- تکبیر تحریمہ میں ہاتھوں کو کہاں تک اٹھائیں گے ۔ ؟

جواب :- قول اول ـ۔ امام مالک کے نزدیک : ہاتھوں کو اٹھانے کی کوئی حد نہیں یعنی جہاں تک بھی اٹھالیں ۔
دلیل ـ۔ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے۔

قول ثانی ـ۔ بعض آئمہ کرام کے نزدیک ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھائیں گے ۔
دلیل ـ۔ ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے اور نماز کے متعلق گفتگو چلی تو حضرت ابو حمید ساعدی نے فرمایا کہ میں تم سے زیادہ نماز کو جاننے والا ہوں پھر آپ نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کندھوں تک اٹھاتے تو اس پر تمام صحابہ کرام نے فرمایا آپ نے سچ فرمایا ۔

قول ثالث ـ۔ احناف کے نزدیک کانوں کی لو تک ہاتھوں کو اٹھانا مستحب ہے ۔
دلیل ـ۔ وائل بن حجر رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرنے کے لیے تکبیر فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں کی لو کے برابر اٹھاتے ۔

باب۔ قراءۃ بسم اللہ فی الصلاۃ۔

سوال :- تسمیہ سورہ فاتحہ کا جز ہے یا نہیں ۔ ؟
جواب :- قول اول :- امام شافعی کے نزدیک تسمیہ سورہ فاتحہ کا جز ہے ۔
دلیل :- نعیم بن محمد کہتے ہیں :- میں نے رسول پاک ﷺ کے صحابی حضرت ابو ھریرہ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے بسم اللہ سے قرات شروع کی اور ضالین تک پڑھ کر آمین کہا ۔

دلیل ۔۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا ابن ملیکہ سے روایت کرتی ہیں : نبی پاک ﷺ اپنے گھر میں نماز پڑھتے تو قرات کی ابتداء بسم اللہ سے کرتے اور ضالین تک پڑھتے ۔

دلیل ۔۔ عبداللہ بن عباس نے سبع مثانی کے بارے میں فرمایا اس سے مراد سورہ فاتحہ ہے پھر بسم اللہ سے قرات فرمائی اور فرمایا یہ ساتویں آیت ہے ۔

قول ثانی امام مالک : تسمیہ سورہ فاتحہ کا جزء نہیں نہ جہری میں نہ سری میں ۔
دلیل : رسول پاک سے مروی ہے وہ جہری نمازیں جن میں آپ ﷺ الحمد شریف سے قرات شروع فرماتے ۔

حضرت ابو ھریرہ رضی عنہ روایت کرتے ہیں : رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے تو الحمد شریف سے آغاز کرتے اور خاموشی نہ ہوتی ، ۔۔ اگر تسمیہ جز ہوتی تو ضرور پڑھتے لہٰذا اس حدیث پاک سے پتہ چلا کہ تسمیہ فاتحہ کا جز نہیں ہے ۔

قول اول :۔ میں نعیم بن محمد کی ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز والی حدیث اور یہ حدیث معارض ہو گئیں ۔

امام طحاوی فرماتے ہیں : یہ حدیث طرق کے سلامت اور مجئ صحت کی وجہ سے نعیم بن محمد کی حدیث سے اولی ہے لہٰذا اسے لیا جائے گا۔

قول ثالث : احناف اور حنابلہ کے نزدیک تسمیہ سورہ فاتحہ کا جزء نہیں ۔ البتہ نماز میں قرآن سے پہلے آہستہ آواز میں پڑھنا سنت ہے ۔

دلائل :- عبد اللہ بن مغفل کہتے ہیں : میرے والد بدعت کے بارے میں بڑے سخت تھے ایک بار میں نے نماز میں بسم اللہ پڑھی تو میرے والد نے سن لیا اور فرمایا : اے بیٹے ! اسلام میں بدعت جاری کرنے سے بچو ، میں نے رسول پاک اور آپکے خلفاء کے پیچھے نماز پڑھی تو میں نے کسی سے تسمیہ کو نہیں سنا ۔

امام مالک کہتے ہیں :- میں نے سیدنا ابوبکر ، سیدنا عمر ، اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنھم کے پیچھے نماز پڑھی تو کسی نے بھی افتتاح نماز کے وقت بسم اللہ نہ پڑھی۔

حضرت عکرمہ عبد اللہ ابن عباس کے متعلق نقل کرتے ہیں : جو بندہ تسمیہ میں جہر کرے تو آپ نے فرمایا : یہ دیہاتی کا فعل ہے ۔

امام مالک کو جواب :- جن احادیث میں تسمیہ کا ذکر نہیں اس میں یہ مراد نہیں کہ تسمیہ حضور پاک پڑھتے ہی نہیں تھے ۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ تسمیہ کو بطور قرآن کا جز نہیں پڑھتے تھے البتہ بطور ذکر پڑھا کرتے تھے ۔

نظر طحاوی : بالاتفاق تسمیہ سورت فاتحہ کے علاوہ دیگر سورتوں کا جزء نہیں یہ مسئلہ بالاتفاق ہے تو لہذا اسکو مختلف فیہ پر قیاس کرتے ہوئے حکم دیں گے تسمیہ سورہ فاتحہ کا بھی جزء نہیں۔

ابن عباس کی روایت کا جواب : عبد اللہ ابن عباس نے حضرت عثمان سے روایت کیا کہ حضرت عثمان نے سورہ انفال اور سورہ توبہ کے درمیان بسم اللہ لکھنے کا حکم نہیں دیا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان کے نزدیک تسمیہ سورہ فاتحہ جزء نھیں ہے۔

باب۔ ظہراورعصرمیں قرأت

سوال :- ظہر اور عصر کی نمازوں میں قرات کریں گے یا نہیں۔ ؟

جواب :- قول اول : ظہر اور عصر میں قرات نہیں کی جائے گی۔
دلیل : حضرت عبد اللہ بن عباس سے سوال کیا گیا : کیا رسول پاک ظہر اور عصر میں تلاوت کرتے تھے تو آپ نے فرمایا نہیں کرتے تھے۔
(2) عبد اللہ ابن عباس کی بارگاہ میں عرض کی گئ کچھ لوگ ظہر اور عصر میں قرات کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا : اگر میں انکی طرف راہ پاؤں تو ان کی زبانیں کاٹ دوں۔

علامہ محمد احمد مصباحی بھیروی مدظلہ (استاذ و ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور) فرماتے ہیں :-
جن مدارس میں اساتذہ کے درمیان اتفاق و اتحاد ہو۔ وہاں طلبا کے اندر سبھی اساتذہ کا ادب و احترام نظر آئے گا۔ (تذکرہ علامہ عبد الرؤف بلیاوی/ص : ۹۰)

قول ثانی : ائمہ اربعہ کے نزدیک قرات کی جائے گی۔

دلیل : رسول پاک ﷺ ظہر اور عصر میں قرات کیا کرتے تھے اور کبھی کبھی ہم کسی آیت کو سن بھی لیا کرتے تھے۔

(2) جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں : رسول پاک ظہر اور عصر میں سورہ طارق اور سورہ بروج اور انکی مثل سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

(3) حضرت انس کہتے ہیں : رسول پاک ظہر میں "سبح اسم ربك الاعلی" پڑھا کرتے تھے۔

باب۔ مغرب کی نماز میں قرأت مستحبہ

سوال :- مغرب کی نماز میں کتنی قرات کرنا مستحب ہے۔؟

جواب :- قول اول : مغرب کی نماز میں سورہ اعراف ، سورہ طور ، سورہ مرسلات اور انکی مثل سورتیں پڑھی جائیں گیں (طوال مفصل پڑھیں گے)۔

دلائل :- جبیر بن مطعم کہتے ہیں : میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں سورہ طور پڑھتے ہوئے دیکھا۔

(2) زید بن ثابت نے مروان کو مغرب کی نماز میں سورہ اخلاص پڑھنے سے منع فرمایا۔

قول ثانی :- احناف کے نزدیک مغرب کی نماز میں کم آیات والی سورتیں پڑھیں گے۔

دلائل :- عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں : رسول پاک ﷺ مغرب کی نماز میں سورہ "والتین" کی تلاوت فرمایا کرتے۔

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں : رسول پاک مغرب کی نماز میں قصار مفصل پڑھا کرتے تھے۔

سوال :- طوال مفصل ، اوساط مفصل اور قصار مفصل ، کی مقدار بیان کریں ۔ ؟

جواب :- طوال ، اوساط اور قصار کی مقدار کے بارے میں اختلاف ہے ۔

احناف کے نزدیک

(ا) طوال مفصل سورہ ''حجرات " سے لیکر سورہ بروج تک'' ۔

(۲) اوساط مفصل ''سورہ بروج " سے لیکر " سورہ بینہ '' تک ۔

(۳) قصار مفصل ''سورہ بینہ سے لیکر " والناس'' تک ۔

امام شافعی کے نزدیک

(ا) طوال مفصل ''سورہ حجرات " سے لیکر " سورہ نباء '' تک ۔

(۲) اوساط مفصل''سورہ حجرات " سے لیکر " سورہ والضحی تک'' ۔

(۳) قصار مفصل''سورہ والضحی سے لیکر والناس تک'' ۔

امام مالک کے نزدیک

(ا) طوال مفصل''سورہ حجرات سے لیکر سورہ والنازعات تک " ۔

(۲) اوساط مفصل ''سورہ والنازعات سے لیکر سورہ والضحی تک'' ۔

(۳) قصار مفصل''سورہ والضحی سے لیکر والناس " تک

امام احمد کے نزدیک

(ا) طوال مفصل''سورہ ق " سے لیکر سورہ نباء تک'' ۔

(۲)اوساط مفصل''سورہ نباء " سے لیکر " سورہ والضحی تک''

(۳) قصار مفصل''سورت والضحی سے لیکر والناس''

باب۔ قرات خلف الامام

سوال :- قرات خلف الامام کا حکم بیان کریں۔؟

جواب :- قول اول : ائمہ ثلاثہ کے نزدیک امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا تمام نمازوں میں واجب ہے۔

حدیث پاک میں ہے :- حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں : ایک بار صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرات کی تو آپ ﷺ نے نماز کے مکمل ہونے کے بعد ارشاد فرمایا : تم قرات نہ کرو سوائے سورہ فاتحہ کے۔

حدیث ثانی ۔۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں : **کل صلاۃ لم یقرا فیھا بالفاتحۃ فھی خداج خداج**

یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی گئ ہو تو وہ ناقص ہے۔

حدیثِ پاک میں : تین بار ناقص کا ارشاد فرمایا لہٰذا ضروری ہے کہ امام کے پیچھے اسے پڑھا جائے۔

قول ثانی : احناف کے نزدیک امام کے پیچھے سورہ فاتحہ یا اسکے علاوہ کسی بھی سورت کا پڑھنا جائز نہیں۔

دلیل ۔۔ حدیث پاک میں ہے :- **من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ۔**

یعنی جسکا کوئی امام ہو تو امام کی قرات اسکی قرات ہے یعنی اسے کافی

2 ۔۔ صحابی رسول حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :- جب امام کسی قوم کی امامت کرے تو امام کی قرات انہیں کافی ہے۔

3 ۔۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : کاش اس شخص کا منہ مٹی سے بھر جائے جو امام کے پیچھے قرات کرتا ہے ۔

باب۔ نماز میں جھکنے کے وقت تکبیر کہنا۔

سوال :- نماز میں جھکنے کی حالت میں تکبیر کہیں گے یا نہیں ؟

جواب :- قول اول : نماز میں جھکنے کی حالت میں تکبیر نہیں کہیں گے ۔

دلائل :- عبدالرحمٰن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں : آپکے والد نے رسول پاک کے ساتھ نماز پڑھی تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام تکبیرات ارشاد نہیں فرمائیں ، لہٰذا پتہ چلا کہ تمام تکبیرات کہنا ضروری نہیں ۔

قول ثانی :- ائمہ اربعہ کے نزدیک ہر جھکنے اور اٹھنے کے وقت نماز میں تکبیر کہیں گے ۔

دلائل : عبداللہ روایت کرتے ہیں : میں نے رسول پاک ﷺ کو (نماز میں) ہر جھکنے اور اٹھنے کے وقت تکبیر کہتے دیکھا ۔

عبد الرحمٰن کہتے ہیں : رسول پاک ﷺ ، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تمام تکبیرات کہا کرتے تھے۔

نظرِ طحاوی :- نماز کی ہر حالت کی تبدیلی میں تکبیر کہی جاتی ہے تو قیاس کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ جھکنے کی حالت میں تکبیر کہی جائے ۔

باب التطبیق فی الرکوع۔

سوال :- رکوع تطبیق میں کی جائے گی یا نہیں ؟

جواب :- قول اول :- حضرت اسود اور حضرت علقمہ کے نزدیک رکوع میں تطبیق کریں گے۔

دلیل : حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت علقمہ اور حضرت اسود کو تطبیق کا حکم دیا اور فرمایا رسول پاک اس طرح کرتے تھے ۔

قول ثانی :- ائمہ اربعہ کے نزدیک تطبیق نہیں کریں گے بلکہ اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر بچھا کر رکھیں گے ۔

دلائل :- حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : پکڑ لو ! بے شک سنت تمہارے لیے گھٹنوں کو پکڑنا ہے ۔

وائل بن حجر کہتے ہیں :- میں نے رسول پاک کو دیکھا کہ رکوع کی حالت میں آپ اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھے ہوئے تھے ۔

اسی طرح حضرت سعد نے رکوع میں تطبیق کرتے دیکھا تو اس سے منع فرمایا اور کہا اب یہ منسوخ ہو چکا ہے۔

نوٹ :- تطبیق سے مراد یہ ہے کہ رکوع کی حالت میں دونوں ہاتھوں کو رانوں کے درمیان دبا لینا ۔

باب۔رکوع وسجود میں مقدار کافی

سوال :- رکوع اور سجود کے کافی ہو جانے کے لیے کتنی مقدار ضروری ہے ۔ ؟

جواب :- اصحاب ظواہر کے نزدیک : تین بار سبحن ربی الاعلی اور سبحن ربي العظيم کہنے کی مقدار ضروری ہے اس سے کم کافی نہیں ۔

دلیل : عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں : جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں تین بار سبحن ربی الاعلی اور سبحن ربی العظیم کہے تو تحقیق اسکی نماز تام یعنی مکمل ہوگئی ۔

قول ثانی : رکوع اور سجود میں اتنی مقدار کافی ہے کہ انہیں اطمینان کے ساتھ ادا کر لیا جائے۔

دلیل :- نبی پاک علیہ السلام نے ایک شخص سے فرمایا : جب نماز پڑھو تو اطمینان کے ساتھ رکوع کرو پھر سیدھے ہو جاؤ پھر اطمینان سے سجدہ کرو جب تم ایسا کر لوگے تو تحقیق تمہاری نماز پوری ہوگئی ۔

فرمان علامہ خادم حسین رضوی :-

مجھے نبی کریم ﷺ کا عشق اپنی والدہ کی گود سے ملا ہے کیونکہ میری ماں اٹھتے بیٹھتے ہر بات میں "صدقے یا رسول اللہ ﷺ" کہا کرتی تھیں۔

(ملفوظات امام رضوی ،ص204)

باب۔ رکوع اور سجود کی حالت میں کیا پڑھنا ہے۔

سوال :- رکوع اور سجود کی حالت میں کیا پڑھا جائے گا ۔ ؟

جواب :- قول اول : امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک :- بندہ جو دعائیں چاہے وہ پڑھ سکتا ہے خواہ فرض نماز ہو یا نفل نماز ہو ۔

دلیل : حضرت مولی علی اور سیدہ عائشہ اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان سے مروی ہے کہ رسول پاک مختلف دعائیں رکوع اور سجود میں مانگا کرتے تھے ۔

قول ثانی : احناف یہ کہتے ہیں ۔ رکوع میں تین بار **سبحن ربی العظیم** اور **سجدے میں تین بار سجن ربی الاعلی** پڑھیں گے ۔

دلیل : عامر جھنی روایت کرتے ہیں : جب "**فسبح باسم ربک العظیم**" یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو رسول پاک نے صحابہ سے فرمایا : تم اسے رکوع میں پڑھا کرو اور جب یہ آیت مبارکہ "**سبح اسم ربک الاعلیٰ** نازل ہوئی تو رسول پاک نے فرمایا : تم اسے سجدے میں پڑھا کرو۔ اسی طرح حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں : انھوں نے ایک رات رسول پاک کے ساتھ نماز پڑھی تو حضور پاک صلی اللہ علیہ رکوع میں **سبحن ربی العظیم** اور سجدے میں **سجن ربی الاعلی** کہتے تھے ۔

قول اول کا جواب : امام جعفر طحاوی کہتے ہیں : جب یہ دونوں آیتیں مبارکہ نازل ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں پڑھنے کا حکم فرمایا تو حضور پاک کا یہ حکم ماقبل سب دعاؤں کو نسخ یعنی ختم کرنے والا ہے ۔

باب۔ سجدے میں پہلے ہاتھ رکھیں گے یا گھٹنے

سوال :- سجدے میں جاتے وقت پہلے گھٹنے رکھیں گے یا ہاتھ ۔؟
جواب :- قول اول : امام مالک کے نزدیک سجدے میں جاتے وقت پہلے ہاتھ رکھیں گے پھر گھٹنے ۔
دلیل : عبد اللہ بن عمر جب سجدہ کرتے تو ہاتھوں کو رکھنے سے ابتدا فرماتے اور کہتے تھے نبی پاک اسی طرح کیا کرتے تھے ۔
(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں :- جب تم میں سے کوئی ایک سجدہ کرے تو وہ اونٹ کی طرح بُروک نہ کرے لیکن (پہلے) اپنے ہاتھوں کو رکھے پھر گھٹنوں کو رکھے ۔

قول ثانی :- احناف اور شوافع کہتے ہیں : سجدے میں جاتے وقت پہلے گھٹنے رکھیں گے پھر ہاتھ رکھیں گے ۔
وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک میں ہے : رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ فرماتے تو اپنے گھٹنوں کو رکھتے قبل اس سے کہ آپ اپنے دونوں ہاتھ رکھتے ۔
ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ سے روایت ہے جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ فرماتے تو ہاتھوں کو رکھنے سے پہلے گھٹنے رکھا کرتے ۔
لہٰذا جب دونوں جانب حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اور یہ حدیث پاک مختلف فیہ بھی ہے لہٰذا ہم نے وائل بن حجر کی حدیث کو لیا اور اسی پر عمل کا حکم دیا ۔ جس میں کوئی اختلاف نہیں ۔

باب۔ سجدے کی حالت میں ہاتھوں کو کہاں رکھیں گے۔

سوال :- سجدے کی حالت میں ہاتھوں کو کہاں رکھنا مستحب ہے۔؟

جواب :- امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک : سجدے کی حالت میں ہاتھوں کو کندھے کی سیدھ میں رکھنا مستحب ہے ۔

دلیل :- حدیث پاک میں ہے : ایک مقام پر چند صحابہ کرام جمع ہو کر رسول پاک کی نماز کا تذکرہ کر رہے تھے تو حضرت ابو حمید ساعدی نے فرمایا : میں تم میں سب سے زیادہ رسول پاک کی نماز کو جاننے والا ہوں ، بے شک رسول پاک تو اپنے ہتھیلیوں کو اپنے کندھوں کی سیدھ میں رکھا کرتے تھے ۔

قول ثانی : احناف کے نزدیک سجدے کی حالت میں ہاتھوں کو کانوں کی سیدھ میں رکھنا مستحب ہے۔

دلائل : وائل بن حجر روایت کرتے ہیں : رسول پاک جب سجدہ فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں کے برابر رکھتے ۔

نظر طحاوی : جو حضرات تکبیر تحریمہ کے وقت کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کے قائل ہیں وہ سجدے میں ہاتھ کندھے تک رکھنے قائل ہیں ۔

اور جو حضرات تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے قائل ہیں وہ سجدے میں ہاتھوں کو کانوں کی سیدھ میں رکھنے قائل ہیں

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :-

درست عقائد پر استقامت اختیار کرنا یقینی طور پر ایک بڑی کرامت ہے ۔۔

(الابریز شریف ص 59)

باب۔۔قعود فی التشہد

سوال :- تشہد میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ کیا ہے ۔؟
جواب :- قول اول :- امام مالک کے نزدیک تورک مستحب ہے ۔
دلیل : حضرت ابن عمر، نماز میں دایا پاؤں کھڑا کرتے بایاں بچھاتے اور بائیں سرین پر بیٹھ جاتے ۔

قول ثانی : امام شافعی کے نزدیک : آخری قعدہ کے علاوہ تمام جلسوں میں بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا اور آخری قعدے میں بائیں سرین پر بیٹھنا سنت ہے۔
دلیل :- حضرت ابو حمید ساعدی نے صحابہ کرام کی موجودگی میں اس بات کا تذکرہ فرمایا ۔ تو سب نے فرمایا : صدقتَ یعنی آپ نے درست کہا ہے۔

قول ثالث :- داہنا قدم کھڑا کر کے بایاں قدم بچھا کر بیٹھ جائے۔
دلیل :- وائل بن حجر کہتے ہیں :- میں نے رسول پاک کے پیچھے نماز پڑھی تو میں نے چاہا حضور پاک کی نماز کا مکمل طریقہ یاد رکھوں گا پھر جب رسول پاک نے تشھد کے لئے قعدہ کیا تو الٹی ٹانگ کو بچھا کر پھر اس پر قعدہ کیا ۔

صاحب بدائع الصنائع علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی رحمۃ اللہ علیہ کو جب کسی مسئلہ میں شک ہوجاتا تو آپکی زوجۃ آپکے مسئلے میں راہنمائی کرتی اور مسئلہ میں غلطی کی وجہ بتاتیں تو آپ اکثر اپنی زوجۃ کے قول کی طرف رجوع فرمالیتے تھے ۔۔

(الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ ج2ص278)

باب ـ تشہد فی الصلاۃ

سوال :- نماز میں کونسا تشہد پڑھا جائے گا ۔ ؟

جواب :- قول اول : امام مالک کے نزدیک : تشہد میں حضرت عمر سے منقول الفاظ پڑھیں جائیں گے ۔
دلیل : حدیث پاک میں حضرت عمر نے منبر پر لوگوں کو
ان الفاظ کے ساتھ تشہد کی تعلیم دی ۔ التحیات للہ الزاکیات للہ الصلوت للہ السلام علیک الخ ۔
سیدنا عمر نے جب منبر پر اسے پڑھا تو کسی صحابی نے اس پر نکیر نہ فرمائی ۔ معلوم ہوا یہی پڑھیں گے ۔

قول ثانی :- امام شافعی : حضرت ابن عباس سے منقول تشہد پڑھا جائے گا ۔
دلیل : ابن عباس کی روایت میں المبارکات کا اضافہ ہے جو کہ ابن مسعود کی روایت میں نہیں لھذا یہ اولی ہے۔

قول ثالث :- احناف کے نزدیک حضرت عبد اللہ بن مسعود سے منقول تشہد پڑھا جائے گا ۔
دلیل :- حضرت عبد اللہ بن مسعود سے نقل کردہ تشہد دیگر صحابہ عبد اللہ بن عمر ، ابو موسی اشعری سے مرفوعا منقول ہے ۔

"ایک مدرس کا کمال یہ نہیں ہے کہ اونچی شرح کی روشنی میں کتاب سمجھائے بلکہ تدریس کا کمال یہ ہے کہ جو کتاب سامنے ہے اس کتاب کی حیثیت سے اس کتاب کی تفہیم کرائی جائے ۔"

(ماہ نامہ اشرفیہ، حافظ ملت نمبر جون تا اگست 1978ء، ص: 544)

سوال :- تشہد ابن عباس، اور تشہد ابن مسعود تحریر کریں ۔؟

جواب :- تشہد ابن مسعود : التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ و برکاتہ،
السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔

تشہد ابن عباس : التحیات المبارکات الصلوات الطیبات، السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ ۔

سوال :- حضرت عبد اللہ ابن مسعود سے منقول تشہد کے راجح کے ہونے کی وجوہات بیان کریں ۔ ؟

جواب :- (1) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک ایک کلمہ کرکے تشہد سکھایا ۔
(2) یہ کلمات دیگر صحابہ کرام سے مرفوعا منقول ہیں ۔
(3) اس حدیث کی اسانید قوی ہیں ۔
(4) تشہد ابن مسعود کے الفاظ پر راویوں کا اتفاق ہے ۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے :
"مجھے اس فارغ بندے سے نفرت ہے جسے نا کوئی دنیا کا کام ہو نا آخرت کا ۔ !!"

[مصنف ابن ابی شیبۃ-۳۵۷۰۴ إسناده صحیح]

باب۔ نماز میں کتنے سلام ہیں

سوال :- نماز میں ایک سلام پھیریں گے یا دو پھیریں گے ۔ ؟
جواب :- قول اول : امام مالک کے نزدیک : نماز میں ایک سلام پھیریں گے ۔
حضرت سعد روایت کرتے ہیں :- رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ایک سلام پھیرا کرتے تھے ۔
حضرت عائشہ رضی اللہ روایت کرتی ہیں : رسول پاک ایک سلام پھیرا کرتے تھے ۔
قول ثانی :- احناف و شوافع کہتے ہیں :- نماز میں دو سلام پھیریں گے ۔
دلیل :- عبد اللہ بن مبارک روایت کرتے ہیں : رسول پاک دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرا کرتے تھے۔
اسی طرح حضرت سیدنا ابو موسی اشعری، عمار بن یاسر عبد اللہ بن زبیر اور کئی سارے صحابہ کرام سے دو سلام منقول ہیں۔

سوال :- امام رکوع سے اٹھنے کے بعد ربنا ولک الحمد کہے گا یا نہیں؟
جواب :- قول اول :- امام اعظم اور امام مالک کے نزدیک ، امام رکوع سے اٹھنے کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی ربنا و لک الحمد ۔
دلیل :- حضرت ابو موسی اشعری روایت کرتے ہیں : رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز سکھائی اور فرمایا : جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا و لک الحمد کہو ۔
قول ثانی :- صاحبین اور امام شافعی کے نزدیک امام کے لیے سمع اللہ لمن حمدہ بعد کے بعد اللھم ربنا ولک الحمد کہنا سنت ہے ۔
دلیل :- حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں : رسول پاک صلی اللہ علیہ جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو پھر ربنا لک الحمد کہا کرتے ۔۔

باب۔ نماز میں سلام فرض ہے یا سنت

سوال :- نماز میں سلام فرض ہے یا سنت ۔ ؟
جواب :- قول اول :- امام شافعی ، امام مالک ، امام احمد کے نزدیک سلام فرض ہے لہٰذا جو شخص سلام کے بغیر نماز سے باہر آئے اسکی نماز فاسد ہو جائے گی ۔

دلیل ۔۔ قال رسول اللہ ﷺ (مفتاح الصلاۃ الطهور و إحرامها التکبیر و إحلالها التسلیم) ۔
حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی روایت کرتے ہیں : رسول پاک ﷺ نے فرمایا نماز کی چابی طہارت ہے ، اسکی احرام تکبیر ہے اور اسکی حلال تسلیم ہے یعنی سلام پھیرنا حرمت والی چیزوں کو حلال کردے گا ۔

قول ثانی :- سعید بن مسیب اور حسن بصری کے نزدیک سلام پھیرنا فرض نہیں ، صرف تشہد کی مقدار بیٹھنے سے نماز مکمل ہو جاتی ہے اگر چہ سلام نہ پھیرا ہو ۔
دلیل: عن عبداللہ بن عمرو أن النبی ﷺ قال: إذا رفع رأسه من آخر السجود فقد مضت صلاته إذا أحدث ۔
قول ثالث : احناف کے نزدیک سلام پھیرنا فرض نہیں ہے البتہ قعدہ آخرہ بقدر تشہد فرض ہے ۔
دلیل :- إن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنه أخذ بیدہ؛ و أن رسول اللہ ﷺ أخذ بیدہ و علمه التشهد؛ فذکر التشهد علی ما ذکرنا عن عبداللہ فی باب التشهد. و قال۔ فإذا فعلت ذلک؛ أو قضیت هذا فقد تمت صلاتک؛ إن شئت أن تقوم فقم؛ إن شئت أن تقعد فاقعد).
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تشہد سے نماز مکمل ہو جاتی ہے سلام پھیرنا اسکا اعلان ہے ۔

باب الوتر

سوال :- نمازِ وتر میں کتنی رکعتیں ہیں ۔ ؟

جواب :- قول اول : امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک وتر میں صرف ایک رکعت ہے ۔

دلیل : عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال : الوتر رکعة من آخر الیل۔

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ : رسول پاک ﷺ نے فرمایا وتر رات کے آخر میں ایک رکعت ہے ۔

قول ثانی : احناف کے نزدیک وتر کی تین رکعت ہیں ۔

دلیل : عن ابن عباس رضی اللہ عنہما "أن رسول اللہ ﷺ کان یوتر بثلاث رکعات"

یعنی رسول پاک ﷺ نماز وتر میں تین رکعت پڑھا کرتے ۔

دلیل : عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال (کان رسول اللہ ﷺ یوتر بثلاث یقرأ فی الاولی بسبح اسم ربک الاعلی وفی الثانیة قل یا أیہا الکافرون وفی الثالثة قل ھو اللہ أحد)

یعنی : رسول پاک ﷺ وتر میں تین رکعت میں پڑھتے ، پہلی رکعت میں سورہ اعلی ، دوسری میں ، سورہ کافرون اور تیسری میں سورہ اخلاص پڑھتے تھے ۔

قول ثالث : امام مالک کے نزدیک دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرا جائے گا اور پھر ایک رکعت پڑھی جائے گی جب یہ مکمل ہو جائے تو پھر سلام پھیرا جائے گا۔

حضرت شاہ ولی اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں :-

ہمیں نظر نہیں آتا مگر حضور ﷺ ہر مصیبت کے وقت غمخواری فرماتے ہیں۔

(اطیب النغم، ص4)

باب۔ فجر کی سنتوں میں قرأت ہے یا نہیں

سوال :- فجر کی سنتوں میں قراءت ہے یا نہیں؟

جوب :- قول اول : اہل ظواہر کے نزدیک فجر کی دورکعتوں (سنتوں) میں قراءت نہیں ۔

دلیل : عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ حَفْصَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ (أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنَ الْأَذَانِ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ أَوِ النِّدَاءِ بِالصُّبْحِ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ تُقَامَ الصَّلَاةُ)

قول ثانی : - امام مالک کے نزدیک فجر کی سنتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھی جائے گی ۔

دلیل : عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : (كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ حَتَّى أَقُولَ هَلْ قَرَأَ فِيهِمَا بِأُمِّ الْكِتَابِ۔

دلیل :- حضرت جعفر رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ جب موذن صبح کی اذان سے فارغ ہوتا تو آپ (فرض) نماز کے ساتھ کھڑے ہونے سے پہلے ہلکی پھلکی رکعتیں پڑھتے ۔ اس سے استدلال کرتے ہوئے بعض نے کہا کہ آپ بالکل قراءت نہیں کرتے تھے اور بعض نے کہا کہ صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی اسی قسم کی روایت مروی ہے۔

قول ثالث : ائمہ ثلاثہ (امام اعظم، امام شافعی امام احمد) کے نزدیک فجر کی سنتوں میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کسی دوسری سورت کا پڑھنا ضروری ہے ۔

دلیل : أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ (كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ. وَسَلَّمَ يُخْفِي مَا يَقْرَأُ فِيهِمَا وَذَكَرَتْ (قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ) وَ (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ)۔

حضرت سیدہ عائشہ ، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس ، انس بن مالک ، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے مروی روایات ہیں حضور پاک ان دو رکعتوں میں سورہ کافرون، سورہ اخلاص اور دیگر آیات پڑھتے تھے ۔

باب۔ عصر کے بعد نوافل پڑھنا

سوال :- عصر کی نماز کے بعد نوافل پڑھ سکتے ہیں یا نہیں ۔ ؟

جواب :- قول اول : امام شافعی، امام احمد، اور اصحاب ظواہر کے نزدیک عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنا سنت ہے۔

دلیل : عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: مَا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي يَكُونُ عندی فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا صَلَّى رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ ہمیشہ عصر کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

قول ثانی :- احناف کے نزدیک عصر کے بعد نوافل پڑھنا جائز نہیں۔

دلیل : عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا (أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ صَلَاةٍ بَعْدَ الصُّبْحِ ، حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ، وَعَنْ صَلَاةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ)

یعنی رسول پاک ﷺ نے فجر کے بعد طلوع آفتاب تک اور عصر کے بعد غروب آفتاب تک (نفل) نماز پڑھنے سے منع فرمایا ،

حضرت عمر فاروق علی المرتضی ، عائشہ صدیقہ، معاذ بن عفراء ، ابوسعید خدری، عبداللہ بن عمر ، معاویہ بن سفیان اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے اسی طرح روایت ہے۔

علمِ دین قربانیاں چاہتا ہے

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے تھے : میں دو سال تک زمین پر لیٹ کر نہیں سویا ، بیٹھے بیٹھے ہی تھوڑی دیر آرام کر لیتا اور مطالعہ میں مشغول ہو جاتا ۔

کبھی عمدہ لباس نہ پہنا ، اکثر ساتھی اس بات پر ملامت کرتے کہ اتنی تنگدستی والی زندگی کیوں گزارتے ہیں؟ کوئی بیماری لگ گئ تو پھر؟ فرمایا کرتے تھے : فلاں بندے کا اللہ پاک کی عبادت کرتے یہ حال ہوا کہ اس کی کھال سبز ہو گئ ۔

دن اور رات میں چند نوالے کھا لیتے ، ساری عمر پھلوں سے دور رہے ، فرماتے تھے ڈرتا ہوں کہیں یہ چیزیں کھاؤں تو مجھے زیادہ نیند آنے لگے ۔

ساری عمر شادی نہ کی ، صرف 45 سال کی عمر پائی اور ایسی کتابیں لکھیں کہ پورے عالم میں جن کی شہرت ہے ۔

امام سبکی شام آئے تو ہر زمین پر اپنی پیشانی رکھتے تھے ، لوگوں نے پوچھا تو فرمانے لگے : تمنا ہے کاش میرا چہرہ وہاں لگ جائے جہاں کبھی امام نووی کے قدم لگے تھے ، رحمہ اللہ

(العلماء العزاب ، طبقات الشافعیہ ، قیمۃ الزمن)

کتبہ : نیاز رضا عطاری

01 فروری 2024 جمعرات

03132563602